محکم ومتشابہ : مفاہیم میں تعارض اور شاہ ولی اللہؒ کا نظریہ

Firm and Similar ,Conflict in concepts and the Theory of Shah Waliullah

1. Dr.Muhammad Muawia	2. Muhammad Sufyan Atta
Assistant Prof.Department of Islamic Studies . ISP Multan	M.Phil Scholar Department of Islamic Studie Aiou Islamabd
Email: muhammadmuawia@isp.edu..pk	**Email**: sufyanatta60@gmail.com

To cite this article:

Dr. Muhammad Muawia, Muhammad Sufyan Atta (2021).Urdu

,Issn no : 2790-0460

محکم ومتشابہ: مفاہیم میں تعارض اور شاہ ولی اللہؒ کا نظریہ

Firm and Similar ,Conflict in concepts and the Theory of Shah Waliullah

Albahis: Journal of Islamic Sciences Research, *1*(2), 1–13. Retrieved from https://brjisr.com/index.php/brjisr/article/view/14

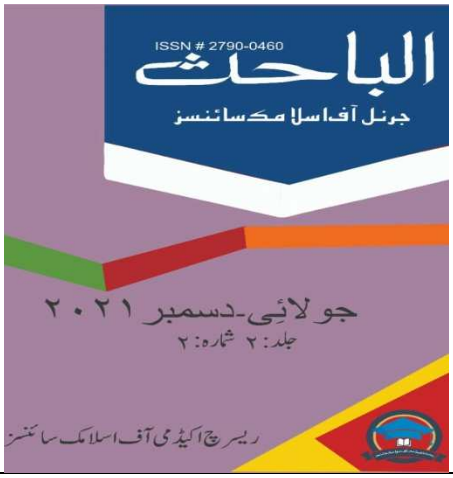

Attribution-NonCommercial-ShareAlike 4.0 International (CC BY-NC-SA 4.0)

OPEN ACCESS

محکم ومتشابہ : مفاہیم میں تعارض اور شاہ ولی اللہؒ کا نظریہ

Firm and Similar ,Conflict in concepts and the Theory of Shah Waliullah

Abstract:

One of the miracles of the Holy Qur'an is that its verses are divided into The Coherent and the Analogous. There are some verses which have definite meanings and there are some similar verses which have many meanings and there is only one meaning. In both these terms, the scholars have been expressing their views according to their knowledge of its meaning and significance. In this article, an attempt has been made to highlight the meaning and significance of The Coherent and the Analogous, the views of the scholars and especially the ideology of Hazrat Shah Waliullah. This discussion is helping to understand the strong and the similar.

Keywords: The Coherent and the Analogous, Hazrat Shah Waliullah, Definitely Suspicion.

کلیدی الفاظ: مربوط اور مشابہ، حضرت شاہ ولی اللہ، قطعی شبہ

تعارف

قرآنی آیات اپنے معانی، مفاہیم اور مدلول کے اعتبار سے دو حصوں میں تقسیم ہیں۔ ایک محکم آیات اور دوسری متشابہ آیات۔ محکم و متشابہ علوم القرآن و مفسرین کی نظر میں (خاص طور پر) اور دیگر اہل علم مثلاً فقہاء و متکلمین کی نظر میں ایک خاص اصطلاح کے طور پر جانے جاتے ہیں یہ دونوں اصطلاح قرآن سے ماخوذ ہیں اور اہل علم محکم و تشابہ کی مراد اور مفاہیم میں اپنے علم اور ذوق کی مناسبت سے کلام کرتے آئیں ہیں، اس بحث کا بغور مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ محکم و تشابہ کے مراد و مفاہیم میں علماء کی آراء نہ صرف کثیر ہیں بلکہ مختلف بھی ہیں اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اس بحث میں تنوع بھی ہے اور جہات بھی ہے یہی وجہ ہے کہ یہاں تعارض دیکھنے کو ملتا ہے اور واضح و حتمی مفہوم تک رسائی نہیں ہو پاتی۔ جیسا کہ ذیل کی سطور اس پر شاہد ہیں:

"محکمات ومتشابہات" کی اصطلاح قرآن مجید میں دو مرتبہ استعمال ہوئی ہے۔[1]

ایک جگہ فرمایا گیا، کہ: "قرآن مجید میں محکمات ہیں جو اصلِ کتاب ہیں، اور دوسری قسم متشابہات ہیں"[2]

سورۃ ھود میں ارشاد ہے: "یہ ایسی کتاب ہے کہ جس کی آیات محکم ہیں"[3]

سورۃ الزمر میں فرمایا: "اللہ جل شانہ نے بہترین بات نازل فرمائی جو کہ ملتی جلتی (متشابہاً) بار بار پڑھی جانے والی ہے"[4]

تعارض اور اس کا حل:

گذشتہ سطور میں یہ تعارض سامنے آرہا ہے، کہ ایک جگہ پورے قرآن کو محکم، ایک جگہ پورے قرآن کو متشابہ، اور "العمران" میں قرآن کو محکم ومتشابہ (دو حصوں میں تقسیم) قرار دیا گیا۔

چنانچہ بعض اہل علم نے انہی نصوص کے پیشِ نظر پورے قرآن کو محکم، اور بعض نے متشابہ قرار دیا۔

لیکن پورے قرآن کو محکم جس معنی میں کہا گیا، اسی طرح متشابہ جس معنی میں کہا گیا ہے، "العمران" میں وہ دونوں ہی مراد نہیں۔

"ہود" میں جو محکم ہونے کے بارے میں ارشاد فرمایا، اس سے مراد حافظ ابن حجر کے الفاظ میں یہ ہے:

" الْمُرَادَ بِالْإِحْكَامِ فِي قَوْلِهِ أُحْكِمَتْ الْإِتْقَانُ فِي النَّظْمِ وَأَنَّ كُلَّهَا حَقٌّ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ وَالْمُرَادُ بِالْمُتَشَابِهِ كَوْنُهُ يُشْبِهُ بَعْضُهُ بَعْضًا فِي حُسْنِ السِّيَاقِ وَالنَّظْمِ أَيْضًا وَلَيْسَ الْمُرَادُ اشْتِبَاهَ مَعْنَاهُ عَلَى سَامِعِهِ"[5]

یعنی محکم ہونے سے مراد یہ ہے کہ، قرآن مجید اپنی عبارت میں مستحکم ومضبوط برحق عبارات پر مشتمل ہے، اور متشابہ سے مراد یہ ہے کہ حسن سیاق، حسن نظم، ترتیب وتالیف میں پورا قرآن ایک دوسرے کے مشابہ ومماثل ہے، یہ مراد نہیں کہ معانی کا فہم سامعین پر مشتبہ ہے۔

فوائد: (1) اسی تشریح سے یہ بات بھی معلوم ہوگی، کہ جن اہل علم مثلاً ابن حبیب نیشاپوری نے قرآن کے مکمل طور پر محکم ومتشابہ ہونے کے متعلق تین قول نقل کیے ہیں، وہ محل نظر ہیں[6]۔ الا بتاویل

کیوں کہ "العمران" میں جو محکم ومتشابہ کی اصطلاح استعمال ہوئی ہے "ہود" اور "زمر" میں وہ استعمال نہیں ہوئی، لہٰذا دو مختلف اصطلاحوں کو جمع کرنا درست نہ ہوا۔

(2) العمران سے یہ بات واضح معلوم ہورہی ہے کہ ایک خاص جہت سے قرآن پاک کی آیات کی تقسیم محکم ومتشابہ کی طرف ہے، اور یہی دو قسمیں ہیں، اس خاص جہت سے دو قسموں کو ہی اہل علم بیان کرتے آرہے ہیں، ان پر کسی قسم کا اضافہ نہ ہونا گویا اہل علم کی طرف سے، انہی پر انحصار کی ایک دلیل ہے۔

لہٰذا علامہ سیوطی نے جن اہل علم کی طرف سے یہ قول نقل کیا، کہ انحصار پر کوئی دلیل نہیں، محل نظر ہوا[7]۔

---

[1] ۔ مراد "اصطلاح ہے، ورنہ "مشتبہاً" اور "متشابہاً" کے الفاظ متعدد مرتبہ استعمال ہوئے ہیں۔

[2] ۔ القرآن 3:8

[3] ۔ القرآن 11:1

[4] ۔ القرآن 39: 23

[5] ۔ العسقلانی ابن حجر، احمد بن علی (م: 852ھ) فتح الباری، بیروت: الباری، بیروت: دارالمعرفۃ 1379ھ، 211/8

[6] ۔ السیوطی جلال الدین عبدالرحمان (م: 911ھ) الاتقان، لاہور: سہیل اکیڈمی، نوع 43، 29/2

[7] ۔ الاتقان: 29/2

(3) اکثر اہل علم نے العمران، ہود، زمر کی آیات کو سامنے رکھ کر یہ تشریح کی کہ احکام عام وخاص، یعنی محکم و متشابہ دو، دو قسموں پر ہیں۔ عام سے مراد الفاظ و عبارت کا احکام و متشابہ مراد ہے، اور خاص سے مراد ان کے علاوہ ہے، جس کا بیان آتا ہے[8]۔

(4) محکمات و متشابہات کی مذکورہ تقسیم کو یوں بھی بیان کیا جاسکتا ہے کہ، محکمات و متشابہات لفظیہ و معنویہ ہیں، محکمات لفظیہ، اور متشابہات لفظیہ کی تعیین و مراد میں کوئی اختلاف نہیں (تعبیرات کا اختلاف ہو سکتا ہے) البتہ متشابہات معنویہ میں اختلاف ہے۔

لغوی تعریف

محکم: یہ لفظ حکم کے مادہ سے ماخوذ ہے، باب افعال سے یہ اسم مفعول اور مصدر میمی بنا ہوا ہے۔ مناع القطان کہتے ہیں کہ: " **المُحكم لغة: مأخوذ من حكمت الدابة وأحكمت**"[9] یعنی یہ حکمت الدابۃ واحکمت سے ماخوذ ہے۔ جس کا مطلب ہوتا ہے کہ میں نے سواری کو روکا، اور "**والحكم: هو الفصل بين الشيئين**" یعنی "حکم" کا معنی ہے دو چیزوں کے درمیان فاصلہ کرنا۔ تو حکم کے لغوی معنی روکنے کے ہوئے، چنانچہ حاکم بھی ظالم کو دراصل روکتا ہے، دو مد مقابلوں میں فیصلہ کرتا ہے، جھوٹ اور سچ کے درمیان فرق کرتا ہے اور اسی طرح حق و باطل کے درمیان فیصلہ کرتا۔

متشابہ: یہ تشابہ کے لفظ سے موخوذ ہے، باب تفاعل سے اسم فاعل کے وزن پر ہے، اس کا مطلب ہوتا ہے، کہ کسی دوسری چیز کے جیسا ہونا[10]۔

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں:

" قَالَ أَبُو الْبَقَاءِ: أَصْلُ الْمُتَشَابِهِ أَنْ يَكُونَ بَيْنَ اثْنَيْنِ فَإِذَا اجْتَمَعَتِ الْأَشْيَاءُ الْمُتَشَابِهَةُ كَانَ كُلٌّ مِنْهَا مُشَابِهًا لِلْآخَرِ فَصَحَّ وَصْفُهَا بِأَنَّهَا مُتَشَابِهَةٌ"[11]

حافظ کی کلام کا حاصل یہ ہے کہ متشابہ میں اصل یہ ہے کہ دو چیزیں ایک دوسرے کے مشابہ ہوں زیادہ نہیں، لیکن جب متعدد اشیاء ایک جیسی اکٹھی ہوں، تو اُن میں ہر دو کے ایک دوسرے کے مشابہ ہونے کی وجہ سے یہ کہنا درست ہو گیا، کہ یہ ایک دوسرے کے مشابہ ہیں۔

محکمات و متشابہات عامہ (یالفظیہ) اور خاصہ (یا معنویہ) دونوں کے لئے یہ لغوی تعریف جامع ہے۔

محکمات و متشابہات عامہ سے یہ مراد ہے کہ قرآن مجید فصیح کلام پر مشتمل ہے۔ حق و باطل کے مابین فارق ہے، صدق و کذب میں امتیاز کرتا ہے، اور یہ کہ اس کا اسلوب عبارت باہمی مناسبت اور مماثلت لئے ہوئے ہے، کمال وجودت اور تصدیق میں یہ ایک دوسرے کی مشابہ آیات پر مشتمل ہے[12]۔

اصطلاحی تعریف:

محکم: سید شریف جرجانی لکھتے ہیں: **المحكم: ما احكم المراد به عن التبديل والتغيير اى التخصيص والتاويل والنسخ، ماخوذ من قولهم: بناء محكم اى متقن، مامون الانتقاض**[13]۔

یعنی محکم وہ کلام ہے جس کی مراد تبدیلی و تغیر یعنی تخصیص و تاویل اور نسخ سے محفوظ ہو۔

8۔ اس تقسیم کے لئے دیکھئے: فتح الباری 9/717، مباحث فی علوم القرآن ص 205

9۔ القطان، مناع (م: 1420ھ) مباحث فی علوم القرآن، مکتبۃ المعارف للنشر والتوزیع 2000ء، ص 219

10۔ ایضاً۔ ص 219

11۔ العسقلانی ابن حجر، احمد بن علی (م: 852ھ) فتح الباری، بیروت: **دار المعرفة** 1379ھ، 210/8

12۔ مباحث فی علوم القرآن: 220

13۔ الجرجانی السید شریف (م: 816ھ) التعریفات، بیروت: دار الکتب العلمیۃ، (المحکم، رقم المادۃ 1620) ص 205

متشابہ: ماخفی بنفس اللفظ،ولا یرجی درکہ اصلاً[14]۔

یعنی جس کلام میں خفاالفاظ ہی میں موجود ہو،اور اس کا ادراک ممکن نہ ہو۔

علماءاصولیین کے ہاں بھی یہی تعریف ملتی ہے[15]۔

اور یہ تعریف محکمات و متشابہات خاصہ کی ہیں،عامہ کی نہیں ہیں،

محکمات خاصہ کا اجمالی مفہوم یہ ہوا،کہ جو واضح ہوں،کسی طرح مخفی نہ ہوں،تاویل کی محتاج نہ ہوں۔

ابن عطیہ فرماتے ہیں:المحکمات:المفصلات،المبنیات،الثابتات الاحکام،اور متشابہات کے بارے میں فرماتے ہیں: التی فیھا نظر ،وتحتاج الی تاویل۔۔۔من اجلہ توصف بمتشابہات انما ھو بینھا وبین المعانی الفاسدۃ التی یظنھا اھل الزیغ ومن لم یمعن النظر[16]۔

یعنی متشابہات کو متشابہات کہنا اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کے معانی صحیحہ اور فاسدہ کے مابین اشتباہ پایا جاتا ہے،یہ قابل تاویل، محل غور ہوا کرتی ہیں۔

شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ کا نظریہ محکم ومتشابہ

حضرت شاہ ولی اللہؒ نے بھی اس موضوع پر نفیس اور مختصر کلام کیا ہے،"الفوز الکبیر"میں انہوں نے ایک مستقل فصل میں محکم و متشابہ،کنایہ و تعریض اور مجاز عقلی کو بیان کیا ہے۔

اسی طرح آپ نے"حجۃ اللہ البالغہ"میں بھی کچھ جامع کلمات ارشاد فرمائے ہیں،جن کا حاصل درج ذیل ہے۔

محکم

فرماتے ہیں:"لیعلم ان المحکم:مالم یفھم منہ العارف باللغۃ الامعنی واحدا،والمعتبر فھم العرب الاول،لا فھم مدققی زماننا،فان التدقیق الفارغ داء عضال یجعل المحکم متشابھا والمعلوم مجھولاً"[17]۔

یعنی محکم وہ ہے کہ جس کا مفہوم و معنی عارف باللغۃ ایک ہی سمجھے،اور فہم میں متقدمین اسلاف کا فہم (کا طریقہ) معتبر ہے،ہمارے زمانہ کے مدققین کا نہیں،اس لئے کہ یہ ایسی تدقیق میں مبتلا ہیں جو محکم تک کو متشابہ اور معلوم کو مجہول بنا ڈالتی ہے۔

"حجۃ اللہ البالغۃ"میں قریب قریب یہی الفاظ مزید صراحت کے ساتھ ہیں،فرماتے ہیں: "اقول:الظاھر ان المحکم مالم یحتمل الا وجھا واحدا"[18]۔

یعنی محکم میں صرف ایک ہی معنی کا احتمال ہوگا۔

شاہ صاحبؒ کی یہ تعریفات اپنی معرفات کو جامعیت ومانعیت کے ساتھ شامل ہیں،جن کا بیان آیا چاہتا ہے۔

متشابہ : "ما احتمل معنیین[19] "یعنی جس میں(کم از کم) دو معانی کا احتمال ہو۔

"حجۃ اللہ البالغہ"میں فرماتے ہیں:والمتشابہ ما احتمل وجوھا ،وانما المراد بعینھا"[20]۔

---

[14]۔ایضاً،رقم المادۃ1578،ص167

[15]۔ مثلاً فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت2/22-26، نورالانوار87-93

[16]۔ابن عطیہ،ابومحمد،عبدالحق،المحرر الوجیز فی تفسیر الکتاب العزیز،دار ابن حزم،ص 286

[17]۔ شاہ ولی اللہ دہلوی (م:1176ھ) الفوز الکبیر مع الفوز العظیم، کراچی: قدیمی کتب خانہ،ص401

[18]۔ شاہ ولی اللہ دہلوی (م:1176ھ) حجۃ اللہ البالغہ،بیروت: دار الجیل،2005ء،292/1

[19]۔ایضا403

یعنی متشابہ میں کئی احتمال ہو سکتے ہیں، جب کہ مراد حقیقی ایک ہی ہوتا ہے۔

فوائد:

(1) شاہ صاحب نے محکم و متشابہ کی جو تعریف اختیار کی ہے، وہی تعریف قطعی و ظنی کی ہے۔

"قطعی" کی تعریف میں صاحب تلویح فرماتے ہیں: مالایکون فیہ احتمال اصلاً[21]۔یعنی جس میں احتمال کی بالکل گنجائش نہ ہو، اور شاہ صاحب نے یہی تعریف محکم کی، کی ہے۔

"ظنی" کی متعدد تعریفات ہیں، جن میں تعدد احتمالات اور ترجیح احدالاقوال کی تصریح، محققین کی ایک بڑی جماعت جن میں علامہ ابو یعلی، جوینی، باجی اور آمدی ایسے ناموران ہیں، کے ہاں ظنی کی تعریف یہ ہے۔"الاشارۃ الی الاحتمالات الواردۃ فی الظن مع ترجیح احدھاً"یعنی متعدد احتمالات اور ان میں سے کسی ایک کی ترجیح کا بیان، ظن کی تعریف ہے[22]۔

اور یہ تعریف شاہ صاحب کی حجۃ اللہ میں اختیار کی گئی تعریف متشابہ کے قریب قریب ہے،

(2) شاہ صاحب کی تعریفات کے مطابق محکم میں بحث واحتمال اور رد کی گنجائش نہیں، کیوں کہ یہ قطعی الثبوت والدلالۃ کے برابر ہے۔ہاں متشابہ میں بحث ومباحثہ کی گنجائش ہے، کہ یہ ظنی کے مساوی ہے، البتہ متشابہات میں بحث کا طریقہ ودائرہ عام ظنیات سے مختلف ہوگا۔

(3) محکم ومتشابہ چوں کہ اصلاً الفاظ کی صفات ہیں، اگرچہ بالتبع معنی کی بھی ہیں، اس لئے شاہ صاحب نے معرفتِ محکم و متشابہ کے لئے عارف باللغۃ کو ہی معتبر قرار دیا ہے جب کہ عموماً اس پہلو کو دیگر اہل علم نے اجاگر نہیں کیا۔

(4) محکم ومتشابہ کے لغوی معنی بھی ہیں اور اصطلاحی بھی، اور لغت واصطلاح میں مناسبت کا ہونا فطرت کا تقاضا ہے۔

شاہ صاحب کی تعریفات میں لغوی واصطلاحی معانی میں مناسبت نہایت واضح ہے، اس کے برعکس بہت سے اہل علم کے ہاں موجود تعریفات میں یہ پہلو مخفی رہا ہے، بلکہ بعض مقامات پر واضح تعارض کی کیفیت ہے، اسی وجہ سے مفسر ابن عطیہ نے فرمایا کہ اہل علم کے اقوال (اس بارے میں) اعتراضات سے خالی نہیں، "وفی بعض ھذہ العبارات التی ذکرنا للعلماء اعتراضات"[23]۔

(5) محکم ومتشابہ دو مقابل اصطلاحات ہیں، لہذا ان کی تعریفات میں بھی یہ پہلو مد نظر رہے کہ دونوں متقابل رہیں۔

شاہ صاحب کی تعریف میں یہ وصف نمایاں ہے۔

جبکہ اکثر اہل علم کی تعبیرات کا حال یہ ہے، کہ محکم و متشابہ کا تقابل، تعریف میں نمایاں نہیں، یا پھر مثال لانے میں توسع سے کام لیا، اور امثلہ کا تقابل نہ کر سکے، یا پھر امثلہ کو ہی مصداق کامل قرار دیا، یا پھر تقابل میں معانی لغویہ سے ذہول ہوگیا۔

اسی وجہ سے قاضی شوکانی نے متعدد اقوال نقل کرنے کے بعد اپنی رائے یوں ظاہر کی: "وَالْأَوْلَى أَنْ يُقَالَ: إِنَّ الْمُحْكَمَ: هُوَ الْوَاضِحُ الْمَعْنَى الظَّاهِرُ الدَّلَالَةِ، إِمَّا بِاعْتِبَارِ نَفْسِهِ أَوْ بِاعْتِبَارِ غَيْرِهِ وَالْمُتَشَابِهُ: مَا لَا يَتَّضِحُ مَعْنَاهُ، أَوْ لَا تَظْهَرُ دَلَالَتُهُ لَا بِاعْتِبَارِ نَفْسِهِ وَلَا بِاعْتِبَارِ غَيْرِهِ"[24]

---

[20] ۔کتاب مذکور، 292/1

[21] ۔الخن مصطفی محمد معاذ: القطعی والظنی، دمشق: دار الکلم الطیب، 2007ء، ص 76

[22] ۔ ایضا ً78

[23] ۔ ابن عطیہ الاندلسی أبو محمد عبدالحق بن غالب (م:542ھ) المحرر الوجیز فی تفسیر الکتاب العزیز، بیروت: دار الکتب العلمیۃ، 1422ھ، 401/1

یعنی حق بات یہ ہے کہ محکم واضح، ظاہر الدلالت ہوتا ہے، خود ہی واضح ہو، یا پھر غیر کی تشریح سے واضح ہو جائے، اور متشابہ اس کے برعکس ہے، نہ خود واضح ہوتا ہے اور نہ غیر سے مل کر۔

اس کے بعد شوکانی نے فرداً فرداً ہر قول کے قائلین کا تسامح بیان کیا۔

(6) چونکہ محکم و قطعی کی بنیاد عدم احتمال، اور متشابہ و ظنی کی بنیاد احتمال پر ہے، اس لئے یہ سوال ہو سکتا ہے کہ اگر کوئی عقلی احتمالات محکم و قطعی میں پیدا کر ڈالے ؟اس طرح متشابہ کو ہی محکم ثابت کر ڈالے، تو کیا حقیقت تبدیل ہو جائے گی؟ یا پھر کوئی ضابطہ ہے ؟

عموماً اس سوال کو زیر بحث نہیں لایا گیا، لیکن شاہ صاحب نے تعریف ہی میں اس مسئلہ کو نمٹا دیا، کہ محکم کا فہم اور متشابہ کی معرفت (پہچان) میں سلف کا فہم اور طریقہ کار معیار ہے، جس طرح وہ معرفت نصوص میں عربیت، حدیث، آثار پر اعتبار کرتے تھے، اب بھی انہی کے طریقہ پر اعتبار ہو گا، علماء متاخرین، مناطقہ مدققین کے جو تعارض و تناقض کے اصول، فہم، استنباط واشکالات کا اعتبار نہیں۔

(7) شاہ صاحب کی کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے ہاں بھی دیگر اہل علم کی طرح مبداء اشتباہ کا لحاظ ہے، چنانچہ ان کو بھی مشتبہات ہی کی قسم قرار دیا۔

اہل علم کی تعریفات سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک محکم وہ ہے جو مبدا و منتہیٰ دونوں لحاظ سے محکم ہے۔ دوسرا جو صرف منتہیٰ کے لحاظ سے محکم ہے اور یہ وہ متشابہ ہے جو مبداء کے لحاظ سے تو متشابہ ہوتا ہے لیکن اس کا اشتباہ غور وفکر، رد الی المحکمات کے بعد زائل ہو جاتا ہے۔ لہٰذا یہ بھی محکم بن جاتا ہے۔

اسی طرح متشابہ بھی مبداء و منتہیٰ کے لحاظ سے ہوتا ہے، جیسے مقطعات، اور یہ حقیقت فی المتشابہات ہے۔ دوسرا درجہ جس میں متشابہ صرف مبداء کے لحاظ ہے، اور محکم ہی کے حکم میں ہے۔ تیسرا یہ کہ مبداء میں اشتباہ نہ ہو لیکن منتہیٰ میں اشتباہ ہو، اس کی مثال صفات فعلیہ سے دی جا سکتی ہے۔

تو کل اقسام مبداء و منتہیٰ کے لحاظ سے یوں ہوئیں:

(1) مبداء و منتہیٰ میں محکم، جیسے اللہ کا عالم ہونا۔ یہ کامل فی المحکم ہے۔

(2) مبداء میں محکم، منتہیٰ میں متشابہ۔

(3) منتہیٰ میں محکم، مبداء میں متشابہ۔ جیسے وہ احکام جن میں ترادف و تشارک فی اللغۃ وغیرہ "(مفرد و مرکب کی اقسام جو بحوالہ راغب گزریں)۔

(4) مبداء و منتہیٰ میں متشابہ، جیسے مقطعات، قیامت کی تعیین، خروج دجال۔

(5) مبداء میں متشابہ، منتہیٰ میں محکم: یہ بعینہ وہی تیسری قسم ہوئی جو گزری۔

(6) مبداء میں محکم، منتہیٰ میں متشابہ: یہ بعینہ دوسری صورت ہے اس کی مثال اللہ جل شانہ کی صفات فعلیہ اور ذات کے لئے مستعمل کلمات سے دی جا سکتی ہے، کہ وہ لغت کے لحاظ سے محکمات تو ہو سکتی ہیں، لیکن منتہاء کے لحاظ سے وہ بھی متشابہ ہیں۔

لہذا کل غیر مکرر چار صورتیں ہیں:

(1) مبداء و منتہیٰ دونوں محکم: جیسے اللہ کا عالم ہونا۔

(2) مبداء و منتہیٰ دونوں متشابہ: جیسے مقطعات قرآنیہ۔

(3) مبداء محکم، منتہیٰ متشابہ: جیسے صفات فعلیہ جناب باری تعالیٰ۔

(4) مبداء متشابہ، منتہیٰ محکم: جیسے وہ نصوص جن کا رفع اشتباہ ہو چکا ہو۔

---

[24]۔ قاضی شوکانی محمد بن علي (م: 1250ھ) فتح القدیر، بیروت: دار ابن کثیر، 1414، 360/1

(8)پس اگر محکم و متشابہ کی تعیین میں مبداء و منتہیٰ دونوں کا لحاظ رکھا جائے، تو پھر پہلی قسم محکم، دوسری متشابہ ہوگی، بقیہ تیسری چوتھی کو محکم و متشابہ قرار دینا توسعاً ہوگا۔

اور اگر مبداء و منتہیٰ کا الگ لحاظ کیا جائے، تو محکم و متشابہ کی دو دو قسمیں بن جائیں گی۔

شاہ صاحب کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے ہاں مناطقہ و عقلاء کے عقلی احتمالات سے محکم میں اعتراض کر کے اسے متشابہ قرار دینا درست نہیں، اعتراضات تبھی درست ہوں گے جب ان کی نظیر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں موجود ہو۔

(9)اہل علم کی تحقیقات سے یہ تقسیم بھی مستنبط کی جاسکتی ہے، کہ محکم و متشابہ کی دو قسمیں ہیں۔ محکم فی الاحکام: مثلاً احکام شرعیہ معمول بہا، اور دوسرا محکم فی الاخبار: مثلاً وقوع قیامت، خروج دجال[25]۔ (ہاں تعیین موقت و صورت تشابہ ہے، نفس واخبار نہیں)

اسی طرح متشابہ کی بھی دو قسمیں ہوئیں:

متشابہ فی الاحکام: اس کی دو صورتیں ہیں، جن کا اشتباہ زائل ہو چکا ہو، جیسا کہ علامہ راغب اور شاہ صاحب کی بیان کردہ، امثلہ میں احکام شرعیہ کا اشتباہ زائل ہو گیا، اور دوسری صورت یہ ہے کہ اشتباہ باقی رہ گیا ہو، جیسے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے، کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہو گئی، اور ربوا کے متعلق کچھ شبہات باقی رہ گئے[26]"

متشابہ فی الاخبار: اس سے مراد اللہ جل شانہ کی ذات عالی کے لئے جن صفات کا انتخاب کیا گیا، ان کو اہل علم کی اکثریت نے قرار دیا ہے، اگرچہ ایک طائفہ قلیلہ ان کے متشابہات ہونے کا قائل نہیں۔

(10)اہل علم کے مابین متشابہات کی تعیین میں اختلاف سے یہ بات مفہوم ہوئی کہ متشابہ فی الذات اور متشابہ بالکیفیۃ ہیں، اور علامہ ابن تیمیہ و بعض حنابلہ کے ہاں یہ متشابہ بالکیفیت ہیں، بالذات نہیں،

(11)ان اختلافات سے معلوم ہوا کہ محکمات و متشابہات کی تعیین میں اختلاف ہو سکتا ہے،

چونکہ اکثر اہل علم نے محکمات و متشابہات کی تعیین کے لئے متاخرین کے اصولوں سے استفادہ کیا ہے اس لئے یہ اختلافات نمایاں ہیں۔ لیکن اگر حضرت شاہ صاحب کی رائے سے استفادہ کیا جائے تو شاید نزاع لفظی قرار پائے۔

(12)مفسرین کی کلام میں موجود متشابہ لفظی کی امثلہ دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان میں اشتباہ خفاء اور ابہام زائل ہو جاتا ہے، فقہاء کرام کے ہاں یہی امثلہ خفی، مشکل اور مجمل کی ہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ فقہاء کے ہاں منتہیٰ کا لحاظ ہے، کیونکہ یہ اشتباہ منتہیٰ کے لحاظ سے ختم ہو جاتے ہیں، اس لئے ان کے ہاں یہ متشابہ نہیں رہتے، فقہاء کے برعکس مفسرین کے ہاں مبداء کا بھی لحاظ ہے۔ اس لئے ان کے ہاں یہ متشابہ ہی رہے۔

(13)ہم نے محکم کے مبداء و منتہیٰ کی بحث اس لئے کی کہ خود مفسرین نے متشابہات کی دو قسمیں بیان کی ہیں، اور ان دونوں میں یہی فرق ہے، لہٰذا ہم نے قیاساً محکم میں بھی اس کا اعتبار کیا ہے۔

25۔ اگرچہ اکثر اہل علم نے یہ دونوں مثالیں متشابہات میں پیش کی ہیں، لیکن ہماری تشریح میں جہت کی تبدیلی سے ان کو محکمات میں لانا درست ہے، چنانچہ مفسر ابن عطیہ نے بھی ان یعنی مغیبات کو محکمات قرار دیا ہے، اور یہ ہماری تشریح کے مطابق ہی درست ہوگا۔ دیکھیے: المحرر الوجیز: 401/1

26۔ عموماً فقہاء کرام نے متشابہ فی الاحکام کی مثال نہیں دی، بلکہ صفات باری پر اکتفاء کیا، جو کہ متکلمین کا موضوع ہے۔ بہتر معلوم ہوتا ہے کہ اس بارے میں درج ذیل مثال کو لایا جائے، استاذ محترم کی رائے بھی یہی ہوئی کہ متشابہ فی الاحکام میں ربوا کو ہی لایا جائے، لیکن اس سے صرف اشتباہ فی الاحکام کا اثبات مقصود ہے، ربوا کی حرمت میں کوئی شک یا جمہور امت کے برخلاف کوئی رائے دینا ہرگز مقصود نہیں۔

(14) مفسرین نفس اشتباہ کا لحاظ کرتے ہیں، جہاں بھی آئے، کلام ان کے ہاں متشابہ قرار پاتی ہے اگرچہ وہ مرتفع ہو جائے، متکلمین کا مسلک بھی مفسرین کے مسلک جیسا ہے۔

فقہاء کے ہاں منتہیٰ کا ہی اعتبار ہے، اس لئے ان کے ہاں متشابہات کی وہ قسم جس کا اشتباہ ختم ہو جاتا ہے، خفی، مشکل اور مجمل میں داخل ہے۔ اور متشابہ کی صرف ایک قسم ہے، جس کی مثال فقہیات میں نہیں۔ متکلمین کا مسلک بھی مفسرین کے مسلک جیسا ہے۔

(15) متکلمین کے ہاں صفات متشابہات اور محکمات کی تقسیم یوں ہے:

(1) محکمات ذاتیہ: جیسے صفات سبعہ یا ثمانیہ

(2) محکمات فعلیہ: جیسے مارنا، زندہ کرنا، رزق دینا

(3) متشابہات ذاتیہ: جیسے ہاتھ، پاؤں، پنڈلی کی نسبت اللہ جل شانہ کی طرف

(4) متشابہات فعلیہ: جیسے اللہ کی طرف اترنے، آنے، خوش ہونے، ہنسنے کی نسبت۔[27]

متشابہات اور اسباب تشابہ:

اسباب کے بارے میں علامہ راغب اصفہانی کی کلام کی طرف مراجعت کی جائے، علامہ نے اقسام اور اسباب دونوں بیان کیے ہیں۔

متشابہات کا علم:

اہل علم میں یہ مسئلہ مختلف فیہ رہا ہے، کہ متشابہات کا علم حاصل ہونا ممکن ہے یا نہیں؟

اس سلسلہ میں اہل علم کی دو رائے ہیں:

پہلی رائے:

متشابہات کا علم، اللہ جل شانہ کی ذات کے ساتھ خاص ہے اور کسی کو علم نہیں، جیسا کہ قرآن مجید میں واضح ارشاد ہے:

وَمَا يَعْلَمُ تَأْوِيلَهُۥٓ إِلَّا ٱللَّهُ ۗ وَٱلرَّٰسِخُونَ فِى ٱلْعِلْمِ يَقُولُونَ ءَامَنَّا بِهِۦ كُلٌّ مِّنْ عِندِ رَبِّنَا[28] یعنی متشابہات کی تاویل، اس کا علم صرف اللہ کو ہے، راسخین فی العلم تو بس یہی کہتے ہیں: کہ ہم اس پورے قرآن (محکمات و متشابہات) پر ایمان لاتے ہیں، سارا ہی اللہ کی طرف سے ہے۔

اس آیت میں مخطوطہ جملہ میں واؤ مستانفہ ہے، اور واؤ مستانفہ ہونے پر قوی ترین دلیل یہ ہے کہ حضرت ابی بن کعب، ابن مسعود اور ابن عباس رضی اللہ عنہم کی متواتر قرات میں ویقول الراسخون کے الفاظ ہیں[29]۔ ابوالشعثاء اور ابو نہیک نے اس کو متصل قرار دینے کی مذمت کی ہے اور مستقل آیت قرار دیا ہے[30]۔

اس رائے کو حضرت ابن مسعود، ابی بن کعب، ابن عباس، حضرت عمر، حضرت عائشہ، حضرت علی، حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہم اور امام شعبی، عروہ بن زبیر، ابوشعثاء، عمر بن عبدالعزیز، امام مالک، ابوعبید، ابن جریر الطبری نے اختیار کیا ہے،

شوکانی نے ان حضرات کے اسامی نقل کرنے کے بعد لکھا: "**فکان قول عامة العلماء مع مساعدة مذاهب النحويين له اولى من قول مجاهد وحده**"[31]۔ اس مسلک کی حجت پر شوکانی نے متعدد ادلہ اور بھی دی ہیں۔

---

[27]۔ محمد سفیان عطاء، "صفات متشابہات" کراچی: مکتبہ فاروقیہ، 2015، ص: 20

[28]۔ القرآن 7:3

[29]۔ الاتقان، (عربی)، لاہور: سہیل اکیڈمی، 3/2

[30]۔ الاتقان: مترجم، 32/2

دوسری رائے:

دوسری رائے یہ ہے کہ متشابہات کا علم راسخین فی العلم کو ہے، اور والراسخون میں واؤ مستانفہ نہیں بلکہ عاطفہ ہے۔

یہ رائے ضحاک، مجاہد، ابن قتیبہ، ابوالحسن اشعری، ابواسحاق شیرازی، امام نووی اور ابن تیمیہ کی ہے، علامہ ابن تیمیہ کے بعد آنے والے اکثر علماء، حنابلہ اور اہل حدیث حضرات کے ہاں یہی رائے مقبول ہے،

یہی قول ابن عباس سے بھی مروی ہے، ربیع، محمد بن جعفر بن زبیر، ابن فورک، قاسم بن محمد، شوکانی ان اہل علم کے اسامی لکھنے کے بعد فرماتے ہیں: **وهكذا جماعة من محققي المفسرين رجوا ذلك**"[32]۔ یعنی مفسرین کی ایک جماعت نے یہ مسلک اختیار کیا ہے۔

علماء شافعیہ و متکلمین کی طرف سے بھی یہی منسوب ہے کہ وہ بھی ان متشابہات کی معرفت کے قائل ہیں[33]

حضرت مجدد الف ثانی کا میلان بھی اس طرف ہے، کہ الراسخین کو علم ہوتا ہے[34]

فائدہ:

حضرت شاہ ولی اللہ کی رائے بھی بظاہر یہی معلوم ہوتی ہے، فرماتے ہیں:۔۔۔**بل لایعلم کنه هذا التفوق ولاستواء الا هو والراسخون فی العلم ممن اتاه الله من لدنه علما**"[35]۔

البته الفوزالکبیر میں اس سے معارض رائے هے،فرماتے هیں:واما غلو المتکلمین فی تأویل المتشابهات وبیان حقیقة الصفات،فلیس هذا مذهبی،بل مذهبی مذهب مالك والثوری وابن مبارك وسائر المتقدمین[36]۔

نتائج بحث:

قرآن مجید کی تمام آیات محکم بمعنی مستحکم و مضبوط اور برحق عبارات پر مشتمل ہیں۔ اور ساری آیات حسن سیاق، ترتیب نظم، حسن ترتیب میں ایک دوسرے کے مشابہ و مماثل ہیں۔

محکم و متشابہ کی مراد میں حضرت شاہ صاحب کی بیان کردہ تعریفات سب سے جامع و مانع ہے، جس کا حاصل یہ ہے کہ محکم وہ ہے جس میں صرف ایک معنی کا احتمال ہوتا ہے۔ اور متشابہ وہ ہے جو متعدد معنوں کا متحمل ہوتا ہے لیکن مراد ایک ہی معنی ہوتا ہے۔

حضرت شاہ صاحب کی رائے میں محکم اور قطعی الثبوت قریب قریب ہیں ان میں بحث کی گنجائش نہیں البتہ متشابہ میں بحث کی گنجائش موجود ہے۔

مبداء و منتہیٰ کے لحاظ سے محکم و متشابہ کی 4 صورتیں ہیں، دونوں میں محکم، دونوں میں متشابہ، اول متشابہ ثانی محکم، اول محکم ثانی متشابہ۔

31۔ نیز ان اسامی کو ان کتب سے لیا گیا ہے: المحرر الوجیز لابن عطیہ، الاتقان، مباحث فی علوم القرآن" فتح القدیر: 202

32۔ یہ اسامی درج ذیل مصادر سے نقل کیے گئے ہیں" المحررۃ الوجیز لابن عطیہ، الاتقان اللسیوطی، مباحث فی علوم القرآن، فتح القدیر للشوکانی، العقیدۃ الواطیہ لابن تیمیہ، و شرحھا لخلیل الھراس، محمد بن خلیل (م: 1395ھ) شرح العقیدۃ الواسطیۃ، دار الھجرۃ للنشر والتوزیع 1415ھ

33۔ الفوز العظیم، ص406

34۔ مکتوبات امام ربانی: 2 / 188

35۔ ولی اللہ دہلوی، العقیدۃ الحسنہ، ط: گوجرانوالہ۔ ص6

36۔ الفوز الکبیر، ص103

علماء شوافع، متکلمین، حضرت مجدد الف ثانی اور حضرت شاہ ولی اللہ رحمہم اللہ علیہم کی رائے کے مطابق متشابہات کا علم راسخین فی العلم کو ہوتا ہے۔

This work is licensed under a Creative Commons Attribution-NonCommercial-ShareAlike 4.0 International (CC BY-NC-SA 4.0)